بتیسواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۳-۵؍جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸-۲۰؍نومبر ۲۰۲۳ء

جامعہ الاسوۃ الحسنہ، شریعت کالج، پلاپٹی، ضلع کرور، تامل ناڈو

☆ سرمایہ کاری سے متعلق بعض نئے طریقے

☆ حرام کمائی سے متعلق بعض مسائل

☆ تشبہ سے متعلق مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالنامہ (۱):

سرمایہ کاری کے بعض نئے طریقے

سود وقمار کا حرام ہونا ایک اجماعی مسئلہ ہے، اور یہ نہ صرف شریعت اسلامی کا حکم ہے؛ بلکہ تمام ہی سماوی ادیان اور بیشتر غیر سماوی ادیان میں بھی اس کو منع کیا گیا ہے؛ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان اس گئی گزری حالت میں بھی اپنے دین کے معاملہ میں جس درجہ سنجیدہ ہیں اور حلال وحرام کی فکر کرتے ہیں، دوسری قومیں اس سے محروم ہیں، اور انھوں نے دین ومذہب کو عبادت گاہوں کے احاطہ تک محدود کردیا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ اس کے باوجود کہ مغربی قومیں اپنے آپ کو یہودیت وعیسائیت کی طرف منسوب کرتی ہیں، اپنی مذہبی تعلیمات کے برخلاف سودی نظام کو ترقی دینے میں لگی ہوئی ہیں؛ چنانچہ انھوں نے جن معاشی اداروں کو وجود بخشا، وہ سود وقمار سے آلودہ ہیں، ان ہی میں بینکنگ نظام بھی ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بینک موجودہ دور کی ایک ضرورت ہے، رقم کی حفاظت رقم میں پیدا ہونے والی گراوٹ کی تلافی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی ترسیل کے لئے بینک ایک ضرورت بن چکا ہے اور یہ مقاصد اپنے آپ میں جائز ہیں؛ لیکن ان میں سود کو شامل کردینے کی وجہ سے وہ حرمت کے دائرہ میں آگئے ہیں، اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ دور میں اسلامی معاشیات کے ماہرین نے مروجہ بینکنگ نظام کا متبادل دریافت کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں بینک کے ضروری فوائد بھی حاصل ہوجائیں، رقم جمع کرنے والوں کو شرعی حدود میں نفع بھی مل جائے اور سود سے بچا بھی جاسکے۔

چونکہ یہ ایک نئی صورت ہے، اس لیے اس سلسلہ میں بعض ایسے اصول متعین کئے گئے ہیں، جو جزوی تصریحات کے ساتھ کتب فقہ میں مذکور نہیں ہیں، اس کی وجہ سے بعض اہل علم کو ان کو قبول کرنے میں تامل رہا ہے، اس نسبت سے درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- فقہاء کے یہاں عام طور پر عقد مضاربت میں مدت متعین ہوتی ہے، اس مدت کے پورا ہونے پر عقد مضاربت اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے، رب المال اور مضارب کو حسب معاہدہ نفع مل جاتا ہے؛ لیکن اسلامی بینکوں میں عقد مضاربت استمراری نوعیت کا ہوتا ہے، درمیان میں کوئی رب المال عقد سے باہر نکل جاتا ہے، اور نئے نئے ارباب مال داخل ہوتے رہتے ہیں، کیا یہ صورت درست ہے؟۔

۲- جب مضاربت جاری رہتی ہے اور کوئی رب المال (سرمایہ کار) عقد سے باہر نکلتا ہے تو اس کے نفع ونقصان کا فیصلہ تقدیراً کیا جاتا ہے، یعنی کمپنی کے ٹھوس اور نقد اثاثہ کی قیمت لگائی جاتی ہے اور اس کے لحاظ سے اس کو نفع دیا جاتا ہے، جس کو اصطلاح میں ''تنضیض تقدیری'' کہتے ہیں، کیا اس طرح قیمت کا اندازہ کرکے ربح کی تقسیم درست ہوگی؟۔

۳- عام طور پر کتب فقہ میں مضاربت کی شکل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک رب المال ہے اور مضارب ہے، یہاں کمپنی مضارب ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ کئی رب المال ہوتے ہیں، کیا یہ بات درست ہے؟۔

۴- اسلامی بینکوں میں شرکت کی ایک شکل وہ ہے جس کو ''شرکت متناقصہ'' کہا جاتا ہے، جس میں دو شریکوں میں سے ایک کی ملکیت کا تناسب بڑھتا جاتا ہے، اور دوسرے کا گھٹتا جاتا ہے، جیسے ایک شخص نے اس طرح مکان فروخت کیا کہ خریدار نے ۲۰/فیصد رقم نقد ادا کردی اور ۸۰ فیصد ادھار رکھی، اس طرح اول دن ہی خریدار بیس فیصد کا مالک ہوگیا، اب اگر وہ اس مکان کو کرایہ پر لے لے تو

اس کو ۸۰ رفیصد ہی کرایہ ادا کرنا ہوگا؛ کیونکہ ۲۰ رفیصد اس کی اپنی ملکیت ہے، تین ماہ کے بعد اس نے مزید بیس فیصد کی قیمت ادا کردی، اسی طرح مثلاً تین تین ماہ پر قیمت ادا کرتا رہا، یہاں تک کہ پورے مکان کا مالک ہوگیا، بائع کا فائدہ یہ ہے کہ اس کا سامان آسانی سے فروخت ہوگیا اور جب تک پوری قیمت ادا نہیں ہوئی، بقیہ حصوں کا کرایہ ملتا رہا، اور خریدار کا یہ فائدہ ہوا کہ آہستہ آہستہ وہ مکان کا مالک ہوگیا اور کرایہ ادا کرنے سے نجات مل گئی، کیا شرکت کی یہ صورت درست ہوگی؟۔

۵- بہت سی دفعہ کسی بڑے پروجیکٹ کے لئے مضاربت یا شرکت وجود میں آتی ہے، جس میں کمپنی کی حیثیت مضارب یا شریک کی ہوتی ہے، اور دوسری طرف بہت سے افراد ہوتے ہیں، یا کمپنی ہوتی ہے، عام طور پر فقہاء کے ہاں دو شخصیتوں کے درمیان مضاربت اور شرکت کا تصور ہے؛ لیکن اس صورت میں کمپنی کو شخصیت کا درجہ دیا جاتا ہے، قانون کی اصطلاح میں ایسی صورت میں کمپنی کو شخصیت قانونی یا شخصیت اعتباری کہا جاتا ہے، کیا اسلام میں بھی شخصیت اعتباری کا تصور قابل قبول ہے، جس کا صرف قانونی وجود ہو، اور اس کو ایجاب وقبول کا اہل مانا جائے؟۔

۶- اسلامی بینکوں میں مرابحہ کی صورت بھی اختیار کی جاتی ہے، مرابحہ میں ایک مسئلہ تو قبضہ کا ہے؛ لیکن اس وقت یہ زیر بحث نہیں ہے؛ کیونکہ قبضہ کی بحث اکیڈمی کے نویں فقہی سمینار میں آچکی ہے؛ البتہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس میں ایک شخص کسی خاص دکان یا کمپنی سے ایک سامان خریدنا چاہتا ہے، وہ اسلامی بینک سے درخواست کرتا ہے کہ بینک یہ سامان خرید کر ادھار قیمت پر مجھے دیدے، اگر وہ مرابحۃً فروخت کرے تو میں اس کو بھی قبول کروں گا، کمپنی اسی شخص کو وکیل بنا دیتی ہے کہ وہ مذکورہ سامان اس دکان سے خرید کرلے اور اپنے قبضہ میں لے لے، بیچنے والا خود یا اس کا کوئی اور نمائندہ اس سامان کی خریداری کے لئے نہیں جاتا تو کیا خود اس خریدار کا بینک کی طرف سے خرید کرلینا، اپنے نام سے اس کی رسید بنانا اور اس کو اپنے تصرف میں لینا قبضہ سمجھا جائے گا، یا یہ بیع قبل القبض کے دائرہ میں آجائے گا؟۔

۷- آج کل سرمایہ کاری کی ایک اہم صورت شیئر مارکٹ ہے؛ لیکن شیئر مارکٹ میں زیادہ تر خلاف شرع طریقہ پر شیئر کی خرید وفروخت کی جاتی ہے؛ چوں کہ یہ نظام اپنے ہاتھ میں نہیں ہے اور اکثر کمپنیاں حرام کاروبار میں بھی ملوث ہوتی ہیں؛ اس لئے موجودہ دور میں اسلامی معاشیات کے ماہرین نے آسانی کے لئے یہ تصور دیا ہے کہ جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار ہی حرام ہو، جیسے: وہ حرام غذائی مصنوعات تیار کرتی ہوں، شراب تیار کرتی یا بیچتی ہوں، سود وقمار کا معاملہ کرتی ہوں تو ان کا خریدنا تو قطعاً جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر اصل کاروبار حلال ہو؛ مگر جزوی طور پر کمپنی حرام کاروبار میں بھی ملوث ہو اور ایسے کاروبار میں لگنے والا سرمایہ ایک تہائی یا اس سے کم ہو اور اس سے حاصل ہونے والا نفع مجموعی نفع میں زیادہ سے زیادہ پانچ فیصد ہو تو اس کو گوارا کیا جاسکتا ہے، ایسے شیئر کا خرید کرنا جائز ہوگا؛ البتہ ناجائز سرمایہ کاری سے جو نفع حاصل ہوا ہو، یا بینک کو سرکاری بینک میں محفوظ کئے ہوئے سرمایہ پر سود حاصل ہوا ہو تو اس کو صدقہ کردینا واجب ہوگا، کیا یہ بات درست ہوگی؟۔

آپ سے درخواست ہے کہ کتاب وسنت، فقہاء کے اجتہادات، شریعت کے اصول ومقاصد اور موجودہ دور کی مصالح وضروریات کو سامنے رکھ کر تحقیق وتفصیل کے ساتھ ان کے جوابات دیں۔

☆☆☆

سوالنامہ (۲):

حرام کمائی سے متعلق بعض مسائل

''اکیڈمی کا ۳۲/واں فقہی سمینار ضلع کرور (تامل ناڈو) میں منعقد ہورہا ہے، اکیڈمی کی روایت رہی ہے کہ جہاں سمینار منعقد ہوتا ہے، وہاں کے میزبانوں کے مشورہ سے اس جگہ کی ضرورت کے مطابق بعض سوالات رکھے جاتے ہیں، لہٰذا میزبانوں سے اس سلسلہ میں درخواست کی گئی، انھوں نے ایک سوالنامہ بھیجا، جن میں بعض مسائل پر گزشتہ سمیناروں میں تفصیلی بحث ہوچکی ہے؛ اس لئے ان کو حذف کرتے ہوئے ضروری ترمیم وتبدیلی کے ساتھ یہ سوالنامہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے''۔

ہمارے علاقے میں آزادی سے پہلے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتوی جاری کیا گیا تھا اور اس بنیاد پر غیر مسلموں سے سود لینے کی اجازت دی گئی تھی، اس کے نتیجہ میں حرام کاروبار کا دروازہ کھل گیا، ملک کے آزاد ہونے کے بعد اس سلسلہ میں علماء کی رائے تبدیل ہوگئی، انھوں نے ہندوستان کو دار الامن قرار دیا اور سود کو منع کیا؛ لیکن لوگوں کو سودی کاروبار کی عادت پڑ گئی تھی، اس سے نجات نہیں مل سکی؛ چنانچہ یہاں کے بہت سے لوگ حرام کاروبار میں ملوث ہیں، اس پس منظر میں چند سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- ایک آدمی فی الحال حلال کاروبار کررہا ہے؛ لیکن اس کے آباء واجداد اس حرام کاروبار میں ملوث تھے، اس کو معلوم ہے کہ اس حرام کاروبار کا مال اس کو وراثت میں ملا ہے؛ مگر اسی سے وہ اب حلال کاروبار کررہا ہے، اور گھر جائیداد بھی اسی کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے؛ لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ سود کا پیسہ آزادی سے پہلے کمایا ہوا ہے یا آزادی کے بعد، تو اس کی کمائی حلال ہے یا حرام؟۔

۲- ایک غریب شخص کو معلوم ہے کہ اس کی پوری جائیداد اور مال، حرام کاروبار سے حاصل شدہ ہے، اسی حرام جائیداد سے اس کو کرایہ وغیرہ مل رہا ہے، اب جو کچھ اس کے پاس موجود ہے اس کا کیا حکم ہے؟۔

۳- شوہر یا بیٹا حرام طریقہ پر کمائی کررہا ہے، ماں یا بیوی کے روکنے کے باوجود ماحول کی وجہ سے وہ اس کاروبار سے باز نہیں آرہا ہے، اور اس غریب خاتون کے لئے کمائی کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کو کیا کرنا چاہئے؟ یا حرام کمائی سے اپنے بچے کو خوب پڑھایا، لکھایا، اعلیٰ تعلیم دی، اب پڑھنے کے بعد بچہ کمائی کررہا ہے، اس کمائی کا کیا حکم ہے؟۔

۴- اکثر بستی والے شادی بیاہ اپنی بستی کے اندر ہی کرتے ہیں، اور زیادہ تر حرام کاروبار میں ملوث ہونے کی وجہ سے شادی وغیرہ میں جب دعوت دیتے ہیں تو ہم کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی پوری کمائی حرام ہے، یا آدھا حصہ حرام اور آدھا حلال ہے، تو اس وقت اس کی دعوت میں کھانے کا کیا حکم ہے؟

۵- کسی آدمی کی دعوت کھانے کے بعد جب معلوم ہو کہ فلاں شخص کا کاروبار بالکل حرام ہے تو وہ کس طرح اس کی تلافی کرے؟

۶- کیا پہلے کے کمائے ہوئے حرام مال کو حلال کے دائرہ میں لانے کی کوئی تدبیر یا حیلہ ہے؟۔

۷- ایک شخص کے پاس حرام کمائی کا مال ہے، وہ اس کو صدقہ کرکے ختم کرنا چاہتا ہے؛ لیکن تجارت کرنے کے لئے قرض کے طور پر حلال مال ملنے کا امکان نہیں تو اپنے اس مال کو خود ہی قرض لے کر اس سے کاروبار کرکے زیادہ پیسہ کمانے کے بعد اس اصل قرض کو صدقہ کردیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

۸- ایک آدمی کا بزنس آدھا حلال ہے اور آدھا حرام، اب اس میں کام کرنے والے کو کبھی کبھی دونوں حصہ کا کام کرنا پڑتا ہے، جیسے: کبھی

دونوں کا حساب لکھنا پڑتا ہے، یا دونوں کے لئے لین دین کرنا پڑتا ہے، یا دونوں کی وصولی کے لئے جانا پڑتا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

۹- حرام کمائی سے خرید کردہ جائیدادوں میں کام کرنے جیسے کھیتی باڑی کا کیا حکم ہے، اور حرام کمائی کرنے والے کے گھر میں نوکری کرنے کا کیا حکم ہے، یا حرام کمائی کرنے والے کے ساتھ ان کی بائک یا کار میں بیٹھ کر سفر کرنا کیسا ہے، نیز حرام کمائی کرنے والا شخص اگر اپنے بچے کو مدرسہ یا اسکول میں داخل کرائے تو ان سے فیس وصول کرنا کیسا ہے؟

۱۰- آج کل مدارس یا دوسری عمارتوں کے نقشہ کی منظوری کارپوریشن یا حکومت کے متعلقہ اداروں سے ایک خطیر رقم رشوت دے کر لی جاتی ہے، کیا اس پر سود کی رقم کا استعمال جائز ہے؟

۱۱- کسی بستی کی اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہو، اور کسی کے ہدیہ دینے پر ہر مرتبہ یہ پوچھنا کہ آپ کا مال حلال ہے یا حرام؟ ناگواری اور اختلاف کا باعث بنتا ہے، تو کیا پوچھے بغیر یہ ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے؛ حالانکہ اس کے حرام ہونے کا بھی امکان ہے، اسی طرح بچوں کو کوئی ٹافی وغیرہ دے دیتا ہو، کبھی پانی چائے پلاتا ہو اور کبھی ضروری چیزیں جیسا کہ دیا سلائی یا سوئی وغیرہ دے کر مدد کرتا ہو؛ لیکن اس شخص کی کمائی کیسی ہے، معلوم نہیں، تو ایسی صورت میں اس چیز کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

۱۲- جس کا مال یا کمائی حرام ہے، اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، اب حرام کمائی کرنے والا اپنے بچے کے نام رکھنے کے موقع پر یا دوسرے مواقع پر دعا کراتا ہے، یا پانی پر دم کرنے کے لئے کہتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ (۳)

تشبہ سے متعلق مسائل

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان جہاں بھی رہیں، اپنی پہچان کے ساتھ رہیں، وہ ہمسایہ قوموں کے ساتھ اتحاد اور رواداری کا برتاؤ کریں؛ لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ وہ اپنے وجود کو کھودیں اور دوسری قوموں میں ضم ہو کر رہ جائیں، اسی پس منظر میں تشبہ یعنی دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے من حیث القوم تشبہ کو منع فرمایا: **من تشبه بقوم فهو منهم** (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱) اور یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ ایک جنس دوسری جنس کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، جیسا کہ ارشاد ہے: **لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات** (بخاری، حدیث نمبر: ۵۸۸۵)

موجودہ دور میں ہندوستان کے مسلمانوں کو دوطرفہ مذہبی وتہذیبی یلغار کا سامنا ہے، ایک طرف ہمارے ملک میں عقیدہ سے لے کر لباس و پوشاک، یہاں تک کہ طریقۂ تعمیر سب کو مشرکانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور آئے دن اس کی نئی نئی مثالیں سامنے آرہی ہیں، میڈیا اور سرکاری تعلیمی پالیسی بھی اس میں اہم کردار ادا کر رہی ہے، دوسری طرف ہندوستان کے بشمول پوری دنیا پر مغربی تہذیب اپنا تسلط قائم کرنا چاہتی ہے اور قوموں کے اختلاف کو تہذیبی تصادم کا نام دے رہی ہے، ان حالات میں تشبہ کا موضوع بہت اہم ہے، اور وسیع تر تناظر میں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اس پس منظر میں چند سوالات پیش خدمت ہیں:

الف: اصولی طور پر تشبہ:

۱۔ تشبہ کی حقیقت کیا ہے؟

۲۔ بہت سی چیزوں میں فطری طور پر مماثلت پائی جاتی ہے اور ایک ہی معاشرہ میں رہنے والے لوگ اس کو اختیار کرتے ہیں تو کیا ہر تشبہ کی ممانعت ہے یا خاص نوعیت کا تشبہ مراد ہے؟

۳۔ کن امور میں تشبہ مباح ہے، کن امور میں تشبہ کفر ہے، کن امور میں تشبہ مکروہ ہے؟ اس سلسلے میں اصول پر روشنی ڈالئے۔

۴۔ **من تشبه بقوم فهو منهم** کس درجہ کی روایت ہے؟

۵۔ کوئی بھی فعل یا وضع جو ایک زمانہ میں کسی خاص قوم کی پہچان رہی ہو، اگر وہ عام ہو جائے اور مختلف قوم کے لوگ اس کو استعمال کرنے لگیں تو کیا اب بھی اس میں تشبہ باقی رہے گا یا تشبہ کی جہت ختم ہو جائے گی؟

ب: مذہبی امور میں تشبہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ کی بعض ایسی قسموں سے منع فرمایا، جن میں مذہبی امور میں تشبہ پایا جاتا ہے، جیسے آپ نے یہودیوں کے تشبہ سے بچنے کے لئے افطار میں عجلت کا حکم دیا، تو اب سوال یہ ہے کہ مذہبی امور میں تشبہ سے کیا مراد ہے؟ ہمارے ملک میں بہت سے دین سے ناواقف نوجوان برادران وطن کے ساتھ ہولی کھیلتے ہیں، دیوالی میں پٹاخے پھوڑتے ہیں، کرسمس میں

شریک ہوجاتے ہیں، ہندو بھائیوں کے تہواروں میں بھی شریک ہوتے ہیں، جیسے وہ اپنے گھروں پر زعفرانی جھنڈے لگاتے ہیں، مسلمان بھی رنگ کی تبدیلی کے ساتھ جھنڈے لگاتے ہیں، یوگا کرتے ہیں، ملاقات کے لئے نمستے کہا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، کیا ان افعال کا شمار مذہب کے اعتبار سے تشبہ میں ہوگا؟

۲۔ اسی سے متعلق ایک اہم سوال یہ ہے کہ شعائر دین سے کیا مراد ہے؛ کیوں کہ شعار کی خصوصی اہمیت ہے، اور جو باتیں دوسری قوموں کے مذہبی شعار میں شامل ہوں، ان کو اختیار کرنا تشبہ کی سنگین ترین صورت ہے، جیسے آج کل بہت سے تعلیمی اداروں میں وندے ماترم پڑھوایا جاتا ہے، بائبل یا گیتا سے دعائیہ کلمات پڑھوائے جاتے ہیں، سرسوتی نامی دیوی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سلام کیا جاتا ہے، پیشانی پر مسلمان لیڈرس بھی قشقہ لگواتے ہیں، ہندو دیویوں اور دیوتاؤں کے نام کے نعرے لگوائے جاتے ہیں، مشنری اسکولوں میں ان کے عقائد کے مطابق حضرت مسیح کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا جاتا ہے، یا کسی قدر سر جھکایا جاتا ہے، کیا یہ سب شعائر کفر میں داخل ہیں؟

ج: تہذیبی وقومی امور میں تشبہ:

آپ علیہ السلام نے بعض ایسی باتوں سے بھی منع فرمایا ہے، جو چاہے غیر مسلم برادران وطن کے مذہب کا حصہ نہ ہوں؛ لیکن ان کی تہذیب کا حصہ ہوں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ سر کے کچھ بال مونڈے جائیں اور کچھ کو باقی رکھا جائے، یا آپ نے ٹخنوں سے نیچے تک لٹکی ہوئی ازار کو منع فرمایا، یا آپ نے کھانے میں کانٹوں کے چمچوں کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا کہ یہ اہل ایران کا طریقہ ہے، یا جیسے آپ نے مخالفت مجوس کے پس منظر میں داڑھی مونڈنے کی مخالفت فرمائی، موجودہ دور میں چوں کہ ملا جلا معاشرہ ہے، مختلف مذہب اور مختلف علاقوں کے لوگ ایک جگہ رہتے ہیں، اس میں تہذیبی لین دین کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جواب مطلوب ہیں:

۱۔ تہذیب کا اطلاق کن چیزوں پر ہوگا جو مذہب کا حصہ نہیں سمجھی جائیں گی؟

۲۔ ساڑی، دھوتی، ٹائی، ہاتھ میں ڈوری، خواتین کے لئے سیندور، ٹکلی (بندی)، آنکھوں میں مختلف کلر کے لینس لگانے کا کیا حکم ہوگا؟

۳۔ جو لباس غیر مسلم حضرات کے یہاں کثرت سے پہنا جاتا ہے، جیسے: دھوتی، شرٹ، پینٹ، کوٹ، ٹائی، اگر مسلمانوں میں بھی اس کا رواج ہوجائے تو کیا اس میں تشبہ باقی رہے گا، یا ختم ہوجائے گا؟

۴۔ مکانات کی تعمیر میں ہندوؤں کے تصور کے مطابق واستو کی رعایت، مکان کے دروازوں اور نئی خریدی گئی گاڑیوں پر لیموں اور مرچ کا ہار بنا کر لٹکانا، کیا یہ سب تشبہ میں شامل ہوگا؟

۵۔ نیا سال منانے کا رواج روز بروز بڑھ رہا ہے، اور مسلمان بھی اس کا شکار ہو رہے ہیں، تو کیا یہ عمل تشبہ کے دائرہ میں آئے گا؟

۶۔ اسی طرح اپنے بچوں کی اور شادی کی سالگرہ منانے کا کیا حکم ہے؟

۷۔ اپریل فول کا کیا حکم ہوگا، جس کا رواج مسلمان نوجوانوں میں بھی بڑھتا جا رہا ہے؟

د: دوسری جنس سے تشبہ:

مرد وعورت کے درمیان فطری طور پر بہت سی چیزوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور بعض امور میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اس پس منظر میں حسب ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

۱۔ آج کل مغرب زدہ خواتین اپنے بال کٹوا کر چھوٹا کرتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے، اور اگر یہ درست نہیں ہے تو اس کی ممانعت نص کی وجہ سے ہے یا تشبہ کی وجہ سے؟

۲۔ آج کل بہت سے مرد بھی کان اور گلے میں زیور پہنتے ہیں، ہاتھ میں سونا چاندی اور لوہے کا کڑا پہنتے ہیں؛ لیکن اس کی وجہ سے ان کی پہچان مشتبہ نہیں ہوتی ہے اور ان کو مرد کے بجائے عورت نہیں سمجھا جاتا، تو کیا اس کی ممانعت ہوگی؟

۳۔ بعض دفعہ مرد ایسے شوخ رنگ یا چھینٹ کے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں، جن کو عام طور پر عورتیں پہنتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

۴۔ شادیوں میں راجستھانی شیروانی کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، ان شیروانیوں کے کپڑے اور ڈیزائن خواتین کے ملبوسات کی طرح ہوتے ہیں، ان کا کیا حکم ہوگا؟

۵۔ مردوں کے مہندی لگانے کا کیا حکم ہے؟

نوٹ: اس کے علاوہ اگر کوئی اور عمل مروج ہے جو تشبہ کے دائرہ میں آسکتا ہے تو اس کا بھی حکم تحریر فرمادیں۔

☆☆☆

تجاویز:

تجاویز برائے سرمایہ کاری سے متعلق بعض نئے طریقے

مال انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اور بعض عبادتیں بھی اس سے متعلق ہیں، اس لئے کسب معاش اسلام کی نظر میں ایک بہتر امر اور بعض حالات میں ضروری ہے، لیکن شریعت نے اس کے لئے حلال وحرام کی حدود مقرر کی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا کوئی عمل اس کے خالق کی رضا کے خلاف نہ ہو اور اس سے دوسرے انسانوں کو ضرر نہ پہنچے، مگر افسوس کہ اس وقت دنیا میں جو معاشی نظام قائم ہے، اس میں ایسی ممنوع باتیں بھی شامل ہیں جن کو شریعت میں بتاکید منع کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں انسانی سماج کا نقصان اور استحصال بھی ہے، اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ دور کے فقہاء نے شریعت کے دائرہ میں سرمایہ کاری کی شکلیں پیش کی ہیں۔ اکیڈمی کے اس سمینار نے ان شکلوں پر غور کیا اور درج ذیل تجاویز منظور کیں:

۱- مضاربت استمراری یعنی عقد مضاربت میں سرمایہ کاری کی مدت کا متعین نہ ہونا اور درمیان سال میں نئے نئے ارباب اموال کا داخل ہونا اور سرمایہ لگانے والوں کا حسب موقع اپنے سرمایہ اور اس کے نفع کو لے کر علاحدہ ہوجانا اصول شریعت کے مطابق ہے، اور مضاربت کی معروف شکل کی طرح یہ بھی جائز ہے۔

۲- کمپنی کے نقد اثاثے اور ٹھوس اثاثوں کی قیمت کا اندازہ لگا کر نفع ونقصان متعین کرنے کو تنضیض تقدیری کہتے ہیں جو آج کل غیرسودی مالیاتی اداروں میں مروج ہے اور یہ جائز ہے۔

۳- شخص قانونی کا تصور اصول شریعت کے خلاف نہیں، اس لئے کمپنی کو شخص قانونی کا درجہ دیا جانا درست ہے، اور اس کا مضارب یا رب المال کی حیثیت سے معاملہ کرنا درست ہے۔

۴- مالیاتی ادارہ یا فرد کے ساتھ مل کر کسی چیز کو خریدنے اور اس کے بعد شریک کے حصہ کو کرایہ پر لینے اور ساتھ میں مزید رقم ادا کر کے رفتہ رفتہ اس کے حصہ کا مالک بن جانے اور ملکیت کے تناسب سے کرایہ کے کم ہوتے رہنے کا معاہدہ کر کے اس کے مطابق معاملہ کرنا جس کو موجودہ غیرسودی مالیاتی اداروں کی اصطلاح میں شرکت متناقصہ کہتے ہیں، جائز ہے۔

۵- غیرسودی مالیاتی اداروں میں مرابحہ کی رائج یہ شکل جس میں ادارہ مطلوبہ سامان کی خریداری کے خواہش مند کو ہی اپنی طرف سے کسی متعینہ جگہ سے خریدنے کا وکیل بنادیتا ہے اور خواہش مند ادارہ کی رہنمائی کے مطابق خرید کر رسید اپنے نام سے بنوالیتا ہے اور اس کے بعد ادارہ کو اطلاع دے کر اس سے اپنے لئے ادھار خریدنے کا معاملہ کرلیتا ہے تو یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے۔

۶- جن کمپنیوں کا اصل کاروبار حلال ہو لیکن کمپنی جزوی طور پر حرام کاروبار میں بھی ملوث ہو، اور حرام کاروبار میں لگنے والا سرمایہ کمپنی کے کل سرمایہ کے ایک تہائی سے کم ہو تو ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ کمپنی کی حرام سرمایہ کاری کے خلاف بقدر استطاعت اپنا اختلاف درج کرادے، اور اس حرام سرمایہ کاری سے حاصل شدہ نفع کو صدقہ کردے۔

☆☆☆

تجاویز برائے حرام کمائی سے متعلق بعض مسائل

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ۳۲ویں فقہی سمینار منعقدہ ۱۸-۲۰ رنومبر ۲۰۲۳ء بمقام جامعۃ الاسوۃ الحسنۃ پلاپٹی تمل ناڈو میں ''حرام کمائی سے متعلق بعض مسائل'' پرغور وخوض اور بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

۱۔(الف) حرام (سود، غصب، رشوت، چوری، جوا، سٹہ اورعقد باطل) کے ذریعہ حاصل شدہ مال قطعی حرام ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک کولوٹا دیا جائے اور اگر اصل مالک کولوٹانا ممکن نہ ہوتو دفع وبال کی نیت سے غرباء میں تقسیم کرنا واجب ہے۔

(ب) اس طرح کا مال اگر وراثت میں حاصل ہوا ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، نیز واپس کرنا ممکن ہوتو مالک تک اس کا پہنچانا ضروری ہے، اور اگر مالک معلوم نہ ہو یا معلوم ہو لیکن اس تک پہنچانا ممکن نہ ہوتو اس مال کو بھی فقراء میں تقسیم کرنا واجب ہے۔

(ج) اگر وارث نے وراثت میں ملے ہوئے مال حرام سے کاروبار کیا تو اس کی آمدنی حلال ہوگی؛ البتہ حرام مال کے بقدر اس پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

۲۔ اگر شوہر یا بیٹا کی پوری یا اکثر آمدنی حرام ہو اور عورت کے پاس گذارے کی کوئی اور صورت نہ ہوتو اس مجبوری کی صورت میں شوہر یا بیٹے کے مال کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

۳۔ جس شخص کی تعلیم مال حرام سے ہوئی ہو وہ تعلیم پانے کے بعد کوئی جائز ملازمت کرے تو اس کی آمدنی حلال ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ کمائی کے بعد مال حرام کے بقدر حرام کی تلافی کی نیت سے صدقہ کردے۔

۴۔ اگر کسی کے پاس حلال وحرام دونوں مال ہو اور دونوں الگ الگ ہو اور یہ معلوم ہو کہ وہ حلال مال سے ہی خرچ کررہا ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا اور اس سے ہدیہ لینا جائز ہے، اگر متعین طور پر معلوم ہو کہ مال حرام سے دعوت کررہا ہے تو اس کو قبول کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر حلال وحرام مخلوط ہو جائے تو جو وہ اپنے حلال حصے کے بقدر مال میں سے پیش کرے اس کو قبول کرنا درست ہے، اور اگر اس کا علم نہ ہو لیکن حرام مال غالب ہو تو اس کے یہاں دعوت قبول کرنا یا ہدیہ لینا جائز نہیں ہے۔

۵۔ اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ دعوت کرنے والے کا مال حرام تھا اس لئے اس نے دعوت کھالیا اور بعد میں معلوم ہوا تو اب توبہ واستغفار کرے اور بہتر ہے کہ کھانے کے بقدر مال صدقہ کردے۔

۶۔ اگر کسی کے پاس حرام مال ہو اور اب وہ جائز کاروبار کرنا چاہتا ہے لیکن اس کو غیر سودی قرض نہیں مل رہا ہے اور تمام مال کو صدقہ کرنے میں شدید حرج ہے، تو اسی مال سے کاروبار کرنے کی گنجائش ہے اور بعد میں اس کو صدقہ کردینا واجب ہے۔

۷۔ اگر کسی شخص کو دوران ملازمت جائز وناجائز دونوں طرح کے کام کرنے پڑتے ہوں اور کسی بھی شعبہ میں کام کرنا نادر نہ ہوتو ایسی ملازمت ناجائز ہے۔

۸۔ فروخت شدہ سامان کی قیمت، گاڑی یا مکان کا کرایہ اور کسی طرح کی فیس وغیرہ ایسے شخص سے وصول کرنا جائز ہے جس کا ذریعہ آمدنی بظاہر حرام ہے۔

۹۔ سودی رقم کو کسی طرح کے بھی ذاتی مفاد میں استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

☆☆☆

تجاویز برائے تشبہ سے متعلق مسائل

اللہ تعالی نے ہرانسان کے اندراپنا تشخص قائم کرنے اوراس کی حفاظت کرنے کا جذبہ رکھا ہے، اسلام اس جذبہ کواہمیت دیتا ہے، اسی لئے اگرغیر مسلم بھائیوں کا کوئی گروہ اپنے لئے اپنی مذہبی یا تہذیبی شناخت کو قائم رکھنا چاہتا ہواوراس سے دوسروں کوکوئی ضرر نہ ہوتو اسلام مسلمانوں کواس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ وہ اس میں رکاوٹ بنیں یا خلل پیدا کریں، اسی طرح اسلام مسلمانوں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی مذہبی وتہذیبی شناخت کو قائم رکھیں اور دوسری قوموں کا ایسا اثر قبول نہ کریں کہ اس سے ان کی اپنی دینی وقومی شناخت متاثر ہوجائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوکسی اورقوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے: ”من تشبہ بقوم فھو منھم“، آپ ﷺ کا یہ ارشاد معتبر طریقہ سے ثابت ہے اوراسی لئے فی الجملہ اس کے ضروری ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے، لہذا اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ۳۲ویں فقہی سمینار منعقدہ ۱۸-۲۰/نومبر ۲۰۲۳ء بمقام جامعۃ الاسوۃ الحسنۃ پلاپٹی تمل ناڈو میں ”تشبہ سے متعلق احکام ومسائل“ پرغور وخوض اور بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

۱- کسی فرد یا جماعت کا کسی ایسی چیز کو جوکسی خاص قوم کی پہچان وامتیاز ہو بالارادہ اختیار کرنا تشبہ ہے۔

۲- جن امور کو عادتاً ایک طرح پر کیا جاتا ہے اوران سے اسلام میں منع نہیں کیا گیا ہے توان کواسی طریقہ پر کرنے میں تشبہ نہیں ہے۔

۳- نئی ایجادات وعام ضروریات زندگی سے متعلق امور میں تشبہ مباح ہے۔

۴- کسی بھی قوم یا مذہب کی وہ خاص علامت جس سے ان کی شناخت ہوتی ہو، اس کوشعار کہتے ہیں، اورکسی دوسری قوم کا شعار اختیار کرنا جائز نہیں۔

۵- اگرکسی قوم کا کوئی مروج عمل اتنا عام ہوجائے کہ اب اس کواس قوم کی پہچان نہ قرار دیا جائے تواس میں تشبہ کی جہت ختم ہوجائے گی۔

۶- وہ امور جن کا تعلق عقیدہ وعبادات سے یا مذہبی عرف وعادت سے ہے، ان میں تشبہ حرام ہے اوران کی بعض صورتوں میں کفر کا اندیشہ ہے۔

۷- صلیب لٹکانا، زُنّار پہننا، قشقہ لگانا، ہولی کھیلنا، دیوالی میں دیا جلانا، کرسمس میں شریک ہونا، یوگا کرنا، یا اس طرح کے دوسرے مذہبی اعمال یہ سب مذہبی تشبہ کے دائرہ میں آتے ہیں اور یہ سب ناجائز ہیں۔

۸- سرسوتی وندنا، سوریہ نمسکار، وندے ماترم، بائبل یا گیتا سے مشرکانہ دعائیہ کلمات پڑھنا، دیوی دیوتاؤں کے سامنے ہاتھ جوڑنا، یا ان کے نام کے نعرے لگانا، حضرت مسیح کے مجسمہ وفوٹو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونا یہ سب دیگر مذاہب کے مذہبی شعار ہیں۔ ان سے بچنا لازمی ہے، اوران کے ارتکاب کی وجہ سے دائرہ ایمان سے نکل جانے کا اندیشہ ہے۔

۹- لباس میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اس سے ستر پوشی کے تقاضے پورے ہورہے ہوں، نیز دوسری قوموں کے مروج لباس کی نقالی بھی نہ ہو، لہذا ساڑی، دھوتی جن علاقوں میں غیر مسلموں کا لباس نہیں ہے اور وہ ساتر بھی ہوں اوران کے پہننے سے شناخت مشتبہ نہ ہو، تواس کے استعمال کی گنجائش ہے، اسی طرح کوٹ، پینٹ اور ٹائی جواب کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ان کے استعمال کی بھی اجازت ہے۔

۱۰- ٹکلی اور سندور کا استعمال جن علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ خاص ہے وہاں اس کا استعمال مسلم خواتین کے لئے جائز نہیں۔

۱۱- دوسری اقوام کی نقل میں یا نفع ونقصان کے عقیدہ سے ہاتھوں وغیرہ میں دھاگہ باندھنا ناجائز ہے اور مشرکانہ عمل ہے۔

۱۲- مکانات کی تعمیر یا اس کی خریداری میں ''واستو'' کی رعایت کو ضروری تصور کرنا نیز مکان کے دروازوں اور نئی خریدی گئی گاڑیوں پر لیموں مرچ کا لٹکانا مشرکانہ عمل ہے۔

۱۳- نیا سال منانا ایک غیر اسلامی عمل ہے، اسی طرح بچوں کی یوم پیدائش اور شادی کی سالگرہ منانا وغیرہ بھی غیر اسلامی طریقہ ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۱۴- اپریل فول منانا دھوکہ اور جھوٹ پر مبنی ہونے کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہے۔

۱۵- مردوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے ان کے طریقہ پر چھوٹے بال رکھنا خواتین کے لئے درست نہیں ہے۔

۱۶- مردوں کے لئے کان اور گلے میں زیور پہننا، ہاتھ میں سونا چاندی یا لوہے کا کڑا پہننا ناجائز ہے۔

۱۷- عورتیں جس طرح کے شوخ رنگ اور چھینٹ کے رنگ کے کپڑے پہنتی ہیں مشابہت کی وجہ سے مردوں کو اس طرح کے کپڑے پہننا مناسب نہیں ہے۔

۱۸- زیب وزینت میں مبالغہ مردوں کے لئے زیبا نہیں ہے، اس لئے مروجہ راجستھانی شیروانی اور ایسے کپڑے جن میں تزئین کاری میں مبالغہ اختیار کیا جائے نامناسب ہے۔

۱۹- زیب وزینت کے لئے مردوں کو ہاتھ پاؤں میں مہندی وغیرہ لگانا جائز نہیں۔

☆☆☆